

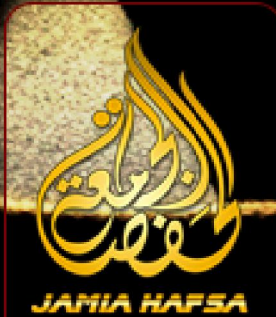


# فریضہ جہاد و علم

قرآن و سنت کی روشنی میں

مترجم: ابو فرحان الانصاری

ترقیب: خادم مجاہدین ابو احمد المہاجر



# فريضة جهاد و علم

قرآن و سنت کی روشنی میں

ترتيب: خادم مجاہدین أبو أحمد المہاجر

مترجم: ابو فرحان الانصاری

جامعہ حفصہ اردو فورم

فريضة جهاد و علم قرآن و سنت کی روشنی میں



الحمد لله وكفى ، والصلاة والسلام على نبينا المصطفى - صلى الله عليه وسلم -  
وعلى آله وصحبه ومن اهتدى .

وبعد :

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم والے بے حد مہربان ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو سب سے کافی ہیں۔ اور درود و سلام ہو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر اور اس کے آل، صحابہ اور جو اس کے راستے پر چلے ان سب پر۔

بعد از خطبہ مسنونہ:

علم حاصل کرنا اور جہاد کیلئے نکلنا ایک ایسا موضوع ہے کہ جس میں بہت سے لوگوں نے غلطی بیانی اور ملمع سازی سے کام لیا ہے۔ اور کافی حد تک اس موضوع پر بحث و مباحثہ کی وجہ سے بہت سارے لوگوں میں نزاع تک نوبت آئی ہے۔ بعض کا کہنا ہے: کہ علم کی حصولی جہاد پر مقدم ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ: جہاد کیلئے نکلنا حصولی علم سے افضل ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے رائے میں اونچ نیچ ہو سکتی ہے۔ اویہ بات تفصیل کا محتاج ہے۔ تاکہ صورتِ حال واضح ہو جائے اور ہر قسم کا اشکال رفع ہو جائے۔ اور یہ مسئلہ احکام شرعیہ میں بظاہر باہمی ٹکراؤ والے مسائل میں سے ہے۔ بایں معنی کہ دو فرض حکموں میں بظاہر تعارض ہے یعنی فریضہ جہاد اور فریضہ طلب علم۔

اہل علم حضرات (رحمہم اللہ) کا اس بات میں اختلاف ہے ان دونوں میں کونسا عمل افضل ہے: حصولی علم یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا؟

اور یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے تاکہ کسی قسم کے اشکال کا دروازہ بند ہو جائے اور ہر قسم کی ملمع سازی سے بچا جائے۔ اور دونوں کے حکم کا تعلق زمانہ، جگہ، ذاتِ مسلم اور حالت سے ہے۔ کبھی کبار تو ایسا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک حکم تو ایک مسلمان کے حق میں فرض و افضل ہوتا ہے مگر وہی حکم دوسرے مسلمان کے حق میں نہ تو فرض ہوتا ہے اور نہ ہی افضل۔ اور کبھی کبار ان میں سے ایک حکم ایک زمانے میں فرض اور سب سے افضل ہوتا ہے۔ اور وہی حکم دوسرے زمانے میں غیر فرض اور غیر افضل ہوتا ہے۔ اور کبھی کبار یہ حکم ایک جگہ میں فرض و افضل ہوتا ہے مگر دوسری جگہ میں یہی حکم نہ تو فرض ہوتا ہے اور نہ افضل۔ اور کبھی کبار قدرت

واستطاعت رکھنے کی صورت میں یہ حکم فرض ہو جاتا ہے اور قدرت واستطاعت نہ رکھنے کی صورت میں یہی حکم ساقط ہو جاتا ہے؛ اس وجہ سے ہم نے کہا کہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے۔

### پس کفاروں سے جہاد کرنے کی دو صورتیں ہیں:

نمبر 1- **اقدامی جہاد:** یعنی کفار کے ملک میں جا کر ان پر حملہ کرنا، جہاد کی یہ صورت **فرض کفایہ** کی ہے۔  
 نمبر 2- **دفاعی جہاد:** یعنی مسلمانوں کے کسی علاقہ پر حملہ آور کفار کو وہاں مار بھگانا، جہاد کی یہ صورت **فرض عین** کی ہے۔ اور اس فرض عین جہاد کی کئی صورتیں فقہاء نے بیان کی ہیں: کافروں کا کسی مسلمانوں کی بستی پر دھاوا بولنا، جب مسلمانوں اور کافروں کا صف باہمی ٹکراؤ کریں، جب خلیفہ وقت جہاد کیلئے کسی قوم یا کسی فرد کو جہاد میں نکلنے نصیر عام کریں تو پھر ان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، اور جب کفار مسلمانوں کی گروہ کو قیدی بنائیں، (مندرجہ بالا تمام صورتوں میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے)

نمبر 1- **فرض عین:** اس مقدار میں علم حاصل کرنا کہ جس مقدار کو شارع نے ہر مکلف مسلمان سے طلب کیا ہے فرض کے طور پر جیسے کہ توحید کا علم، وضو، نماز اور روزے کا علم اور اس جیسے دیگر احکام کا علم۔ پس ان احکام کے سیکھنے میں سستی کرنے کی کسی مسلمان کیلئے کوئی گنجائش نہیں؛ کیونکہ ان کا سیکھنا فرض عین ہے۔

اور اس نوعیت کے علم کی پھر دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم **عام فرض:** یہ قسم تمام کے تمام مکلف مسلمانوں میں مشترک ہے اور کلمہ گو مسلمانوں میں سے ہر فرد پر اس کا سیکھنا فرض عین کے درجہ میں ہیں مثلاً ارکان اسلام کا جاننا اور دین کے بدیہی احکام کا سیکھنا زنا کے حرام ہونے اور زنا جیسے احکام کے حرام ہونے کا علم جاننا۔

دوسری قسم **خاص فرض:** تفصیلی طور پر شرعی احکام کو جاننا اس شخص کیلئے جن پر تفصیلی احکام کا جاننا فرض ہو جائے، پس تاجر پر تجارت کے تمام مسائل شرعیہ کا سیکھنا فرض ہے اور ان تجارتی مسائل کا سیکھنا کسی غیر تاجر پر فرض نہیں۔ اور زکوٰۃ کے نصاب کے مالک پر زکوٰۃ کے احکام کا سیکھنا فرض ہے، اور جس کے پاس مال ہی نہیں اس پر زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا فرض نہیں۔ اور اسی طرح تمام احکام میں یہ قاعدہ چلے گا۔ (کہ جو مسلمان جس کام سے وابستہ ہو جائے اس کام کے متعلق تمام احکام کا جاننا اس پر فرض ہو جاتا ہے)۔

پس مجاہد پر اس عام قسم (عام فرض) میں سے ارکانِ اسلام کا علم ضروری ہے اور نوعِ خاص (خاص فرض) میں سے جہاد کے متعلق تمام احکام کا احاطہ فرض ہے اور امیر کی اطاعت کے متعلق احکام بھی فرض کے درجہ میں ہے۔ البتہ غنیمت کے احکام، قیدیوں کے احکام، صلح مصالحت اور جنگ بندی سے متعلق احکام تو امیر کے ساتھ خاص ہیں ان احکام کا جاننا عام مجاہدین پر فرضیت کے طور پر لاگو نہیں ہوتا۔ اور اس بات کی دلیل اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

( وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ )

ترجمہ:

اور نہیں تھا مومنوں ضروری کہ وہ نکل کھڑے ہوں (جہاد کیلئے) سب کے سب۔ لیکن کیوں نہ ایسا ہوا کہ نکالتے ہر حصہ آبادی میں سے کچھ لوگ اس غرض سے کہ وہ سمجھ پیدا کریں دین کی اور خبردار کریں اپنی قوم کے لوگوں کو جب وہ لوٹ کر آئیں ان کے پاس تاکہ وہ بچے رہیں (برے کاموں سے)۔ سورہ توبہ آیت نمبر 122۔

امام طحاوی - رحمہ اللہ - فرماتے ہیں:

مثال کے طور پر اگر کسی پر حج یا زکوٰۃ فرض ہو جائے تو اس پر ایمان اتنی مقدار میں فرض ہے جتنی مقدار میں ان کو حکم دیا گیا ہے اور یہ اعتقاد بھی رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر اُس پر اتنا ایمان فرض کیا ہے وہ جو کسی اور پر نہیں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اُس پر ایمان مفصل بھی لازمی ہے۔ اور اسی طرح آدمی جب پہلے پہل مسلمان ہوتا ہے تو اُس پر اجمالی اقرار فرض ہوتا ہے۔ پھر جب نماز کا وقت آجاتا ہے تو اُس پر نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے پھر اُس نماز کو ادا کرنا ضروری ہے۔ پس یہ شخص ان عام لوگوں کے برابر نہیں ہوتا ہے جن کو (مطلق) ایمان کا حکم کیا گیا ہوتا ہے۔ (بلکہ اس شخص کیلئے مزید احکام کا سیکھنا از حد ضروری ہوتا ہے)

### علم کی دوسری قسم فرض کفایہ:

اس سے مرد وہ علم ہے جس کا شارع نے جملہ مسلمانوں سے کرنے کا کہا ہو یعنی اُس میں تمام کی تمام امت اسلامیہ کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ بایں معنی کہ اگر امت کے افراد میں سے چند مسلمان اس کو ادا کرے تو باقی امت کے ذمہ سے وہ حکم فرض عین ہونے کی حیثیت سے ساقط ہو جاتا ہے اور باقی امت پر اس کے نہ کرنے پر گناہ بھی نہیں ہوتا۔ اس قسم کا علم چند چیزوں کے علم پر مشتمل ہے:

فرضیہ جہاد و علم قرآن و سنت کی روشنی میں

الف: دینی علم: مثلاً نماز جنازہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ

ب: دنیوی علم: تجارت اور ہنر کا سیکھنا۔

اس مقدمہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان دونوں فرض کیلئے چند احوال اور چند صورتیں ہیں:

### پہلی صورت:

کہ جہاد اور علم دونوں فرض عین نہ ہوں (یعنی فرض کفایہ ہو) بایں معنی کہ جہاد اقدامی پوزیشن میں ہو اور مقصودی علم بھی فرض کفایہ کے درجہ میں ہو مثلاً وہ علم جو ارکان اسلام سے زائد علم ہو اور کسی غیر معین شخص پر فرض عین کے درجہ میں نہ ہو جیسا کہ اس عام آدمی کا علم کا سیکھنا جو نہ تو تجارت کے کسی شعبے سے وابستہ ہو تاکہ وہ تجارت کے احکام کو سیکھے۔ اور یا وہ شخص عام مجاہد ہوں کہ جس کیلئے صلح، جنگ بندی اور قیدیوں کے احکام کا جاننا فرض کے درجہ میں نہیں ہے۔

### دوسری صورت:

کہ جہاد اور علم دونوں کی پوزیشن فرض عین ہونے کی ہوں، بایں معنی کہ جہاد دفاعی پوزیشن میں ہوں اور علمی لحاظ سے بھی مسلمانوں میں کوئی ایسا عالم موجود نہ ہو کہ جو ان کو دینی احکام سکھائیں یا نئے مسائل پیش آنے کی صورت میں فتویٰ جاری کریں یا مسلمانوں کے آپس میں ناچاقی و اختلافات صورت میں انکا فیصلہ کر سکے۔

### تیسری صورت:

یہ ہے کہ جہاد فرض عین ہو اور علم فرض کفایہ ہو بایں معنی کہ جہاد دفاعی ہو۔ اور مقصودی علم سے تو وہ آگاہ ہو مگر مزید کمال پیدا کرنے کے واسطے وہ علم حاصل کیا جائے۔ جیسا کہ تجارتی احکام کا سیکھنا اس آدمی کیلئے ہو جو کہ تاجر نہ ہو یا عام مجاہدین کا ان احکام کا سیکھنا جو ان کے واسطے فرض نہ ہو جیسے کہ صلح مصالحت اور جنگ بندی کے احکام یا وہ احکام جو قیدی کے متعلق ہو کیونکہ ان احکام کا سیکھنا امیر پر ہے نہ کہ عام مجاہدین پر۔ یا دنیوی علم کا سیکھنا مثلاً علم ریاضی (جغرافیا) یا کسی مخصوص پیشے کا سیکھنا۔

### چوتھی صورت:

یہ ہے کہ علم فرض عین ہو اور جہاد فرض کفایہ ہو۔ وہ اس طور پر کہ مسلمانوں میں کوئی ایک طالب علم نہ ہو اور نہ تو کوئی ایسا عالم ہو جو ان کو علمی مسائل میں فتویٰ دے سکے اور نہ کسی اچانک پیش آنے والے مسائل میں ان کا کوئی حل نکال سکے اور نہ باہمی خصومات میں فیصلہ کر سکے۔ اور امیر کیلئے وہ علم جو امارت عامہ میں امیر کیلئے شرط ہے۔ اور جہاد کی اقدامی حالت ہو۔ کہ کفاروں پر ان کے ملک میں حملہ کیا جائے اب مجاہد پر علم کے اقسام میں (عام فرض) میں سے ارکان اسلام کا جاننا فرض ہے اور (خاص فرض) میں سے جہادی احکام کا احاطہ کرنا اس پر فرض ہے اور وہ احکام جو جہاد کے متعلق ہو مثلاً امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، البتہ جو غنیمت صلح

مصالحت اور جنگ بندی کے احکام ہیں تو وہ امیر کے ساتھ خاص ہیں انکا سیکھنا عام مجاہد کیلئے فرض عین نہیں ہے۔ اور جو قسم علم متعین خاص کا ہے وہ جہاد سے رکاوٹ ہے اور نہ کوئی ایسی شرط سے اس کا تعلق ہے جس سے مجاہد اللہ کے راستے یعنی جہاد میں جانے سے اس کیلئے مانع ہو۔ جیسا کہ ہم عنقریب اس کو اس واقعہ کے تحت بیان کریں گے جو ذات انواط کے نام سے مشہور ہے۔ برخلاف عام امیر کے کہ اس کے لئے علم کا سیکھنا بھی فرض ہے اور ولایت عامہ کیلئے شرط بھی ہے۔

پس ابتدائی تین حالتوں میں جہاد کو علم پر مقدم کیا جائے گا اس صورت میں جب جہاد اور علم کو اکٹھا کرنا ممکن نہ ہو۔ ہاں دین کے اصول اور ایمان کے متعلق جاننا یہ اس سے الگ ہے (کہ اس کو ہر حالت میں مقدم کیا جائے گا)۔ بلکہ جب جہاد فرض عین ہو جائے تو ایمان کے علاوہ جہاد کو تمام فرائض اور واجبات پر مقدم کیا جائے گا آنے والے دلائل کی بنا پر:

1- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

( قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ )

ترجمہ:

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اُسکو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

2- ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

( \* لَوْ كَانَ عَرَصًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَا تَبْعُوكَ وَلَكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ \* عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَّبِعِنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ \* لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ \* إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ )

ترجمہ:

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔ اگر مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن لمبی نظر آئی انکو مسافت اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اللہ بخشنے تجھ کو کیوں رخصت دیدی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو تو جھوٹوں کو۔ نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ

لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہیں ڈروالوں کو۔ رخصت وہیں مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑیں ہیں دل ان کے سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں۔

-3- ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

( إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًّا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ )

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور کمال اس قیمت پر کہ ان کیلئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اسکے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اُس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

-4- ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ \* تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ \* يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ.

ترجمہ:

” اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی نہ کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے (وہ یہ کہ) تم اللہ اور اس کے پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے مال اور جان کے ذریعہ سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم جانو، اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دینگے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دینگے کہ جس کے نیچے نہریں جاری ہو گی اور تمہیں ایسی پاک رہائشگاہوں میں (داخل فرمائینگے) جو جنت عدن میں ہو گی، اور یہ بڑی کامیابی کی بات ہے، اور دوسری وہ شیز تمہیں عطاء کرینگے جس سے تم محبت کرتے ہو وہ ہے اللہ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے اور مومنوں کو خوشخبری سناؤ۔“

## احادیث مبارکہ

1- وفي الصحيحين عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " رباط يوم في سبيل الله خير من الدنيا وما عليها، وموضع سوط أحدكم من الجنة خير من الدنيا وما عليها، والروحة يروحها العبد في سبيل الله أو الغدوة خير من الدنيا وما عليها " .

ترجمہ:

اور بخاری و مسلم میں سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستے میں دشمن سے ملی ہوئی سرحد پر ایک دن کا پہری دینا دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے، جنت میں کسی کے لئے ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے، اور جو شخص اللہ کے راستے میں شام کو چلے یا صبح کو تو وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

2- وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " مثل المجاهد في سبيل الله - والله أعلم بمن يجاهد في سبيله - كمثل الصائم القائم، وتكفل الله للمجاهد في سبيله إن توفاه أن يدخله الجنة أو يرجعه سالمًا مع أجر أو غنيمة " أخرجہ مسلم في صحيحه، وفي لفظ له: " تضمن الله لمن خرج في سبيله لا يخرجه إلا جهاد في سبيلي وإيمان بي وتصديق برسلي فهو علي ضامن أن أدخله الجنة، أو أرجعه إلى مسكنه الذي خرج منه نائلاً ما نال من أجر أو غنيمة " .

ترجمہ:

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مجاہد کی مثال جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے کہ کون اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اس روزہ دار کی طرح ہے جو رات بھر نماز پڑھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ضمانت لی اس مجاہد کی جو اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے کہ یا تو اللہ اسے موت دے کر جنت میں داخل کر دے گا اور صحیح و سالم ثواب اور غنیمت سمیت گھر لوٹا دے گا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں نقل کیا ہے اور ایک اور لفظ کا اضافہ یہ بھی ہے " کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ضمانت لی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیلئے نکلے اور اس کو صرف میرے راستے میں

جہاد اور مجھ پر ایمان اور میرے رسول کی تصدیق نکالے تو اس کا میں ضامن ہوں کہ یا تو اسے میں جنت میں داخل کر دوں گا (شہید ہونے کی صورت میں)، اور یا اس کو اپنے اس ٹھکانے تک واپس لوٹا دوں گا جس سے وہ نکلا تھا اس حالت میں کہ وہ یا تو ثواب اور یا نغیمت کو پالے گا۔"

3- وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ما من مكلوم يكلم في سبيل الله إلا جاء يوم القيامة وكلمه يدمي، اللون لون الدم، والريح ريح المسك" .

ترجمہ:

اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص خدا کی راہ (یعنی جہاد) میں زخمی کیا جاتا ہے تو وہ مجاہد قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہو گا اس خون کا رنگ خون کے رنگ کا سا ہو گا اور اس کی بو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

4- وعن أنس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم" . (رواه أحمد والنسائي وصححه الحاكم.)

ترجمہ:

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے، اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔ (اس کو امام احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے)

5- وفي الصحيحين عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه سئل: " أي العمل أفضل؟ قال: إيمان بالله ورسول، قيل: ثم ماذا؟ قال: الجهاد في سبيل الله: قيل: ثم ماذا؟ قال: حج مبرور" .

ترجمہ:

اور صحیح مسلم و بخاری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: (حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا، پھر پوچھا گیا کہ پھر کونسا عمل؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پھر پوچھا گیا کہ پھر کونسا عمل ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: مقبول حج۔

6- وعن أبي عيس بن جبر الأنصاري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((ما أغبرت قدما عبد في سبيل الله فتمسه النار)). (رواه البخاري في صحيحه)

ترجمہ:

ابو عیس بن جبیر انصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ جس بندے کے پاؤں خدا کی راہ (جہاد) میں گرد آلود ہا جاتے ہیں تو پھر اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوٹی۔ (بخاری)

7- وفيه أيضاً عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه به مات على شعبة من نفاق". (رواه مسلم)

ترجمہ:

اور اسی کے متعلق ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان شخص مر جائے اور اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کرنے کا خیال گزرا ہو تو اس کی موت ایک طرح کے نفاق پر ہوگی۔ (مسلم)

8- وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إذا تبايعتم بالعينة، وأخذتم أذناب البقر، ورضيتم بالزرع، وتركتم الجهاد، سلط الله عليكم ذلاً لا ينزعه شيء حتى ترجعوا إلى دينكم". (رواه أحمد وأبو داود وصححه ابن القطان، وقال الحافظ في البلوغ: رجاله ثقات)

ترجمہ:

ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے: کہ جب تم بیع عینہ، نہ کے کچھے پڑھو گے، اور گائیوں کے دموں سے چمٹ جاؤ گے، اور زراعت ہی سے راضی ہو جاؤ گے، اور جہاد کو ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت کو مسلط کریں گے کہ اُس ذلت میں سے کچھ بھی واپس نہیں فرمائینگے یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ جاؤ۔ (اس کو امام حمد اور ابو داؤد نے روات کیا ہے اور ابن قطان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے "بلوغ" میں فرمایا ہے: کہ اس کے راوی ثقہ ہیں)

9- جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله انطلق زوجي غازيا، وكنت أقتدي بصلاته إذا صلى، وبفعله كله، فأخبرني بعمل يبلغني عمله حتى يرجع. قال لها: أتستطيعين أن تقومي ولا

**تقعدي، وتصومي ولا تفطري، وتذكري الله تعالى ولا تفترى حتى يرجع؟ قالت: ما أطيق هذا يا رسول الله!**  
**فقال: "والذي نفسي بيده لو أطقته ما بلغت العشر من عمله"** . رواه أحمد، وصححه الألباني

ترجمہ:

ایک عورت حضور اکرم ﷺ سے خدمت میں آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول میرا شوہر جہاد کیلئے گیا ہے، اور میں (اپنے شوہر کے نیک اعمال کی طرح عمل کر کے ان کی اقتداء کرتی ہوں) اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو میں اس کی نماز کی پیروی میں اسی طرح نماز پڑھتی ہوں، اور وہ جو بھی نیک عمل کرتا ہے میں بھی اسی کی طرح کرتی ہوں، تو مجھے ایسے نیک عمل کی نشاندہی کریں جو میرے شوہر کے لوٹنے سے پہلے اسی کے نیک عمل تک مجھے پہنچائے (تاکہ میرے اعمال اور اس کے اعمال ثواب کے اعتبار سے ایک ہو جائے) تو حضور اکرم ﷺ اس نے فرمایا: کیا آپ اس بات کی طاقت رکھ سکتی ہو کہ برابر برابر (تہجد کی نماز میں) بیٹھے بغیر کڑھی ہے، اور بغیر افطاری کئے لگاتار روزہ رکھیں۔ اور بغیر کسی وقفے کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہے اس کے لوٹنے تک۔ تو اس عورت نے کہا: کہ اللہ کے رسول میں اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر آپ (ان مذکورہ اعمال) کو انجام بھی دے آپ اسکے عمل کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتی ہو۔ (امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے اور البانی نے اس کو صحیح کہا ہے)

10- وعن أبي هريرة رضي الله عنه أيضا قال: قيل يا رسول الله ما يعدل الجهاد في سبيل الله؟ قال لا تستطيعونه، فأعادوا عليه مرتين أو ثلاثا كل ذلك يقول: لا تستطيعونه، ثم قال: مثل المجاهد في سبيل الله كمثل الصائم القائم بآيات الله لا يفتر من صلاة ولا صيام حتى يرجع المجاهد في سبيل الله". (رواه البخاري ومسلم واللفظ له)

ترجمہ:

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ: اے اللہ کے رسول! اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کے برابر کوئی عمل (اسلام) میں ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ آپ لوگ اُس کی طاقت نہیں رکھ سکتے ہوں، تو انہوں نے دوبارہ سوال کو دو یا تین مرتبہ دہرایا، ہر مرتبہ حضور ﷺ جو ابا فرماتے آپ لوگ اسی کی طاقت نہیں رکھ سکتے ہو، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا نماز اور عبادت کرنے والا جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے (یعنی عبادت میں منہمک رہنے) سے کبھی نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آجائے۔ (امام مسلم اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور لفظ مسلم کا ہے)

11- وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: **مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ** -

ترجمہ:

ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنا دین تبدیل کرے تو اسے قتل کرو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: کہ دفاعی جہاد جو ہے وہ دین اور عزت پر حملہ آور ہونے والے دشمن سے نمٹنے کے اہم اقسام میں سے ہے، جو کہ بالاجماع فرض ہے، جو دشمن دین اور دنیا میں فساد ڈالے اس کو دفع کرنا ایمان کے بعد اہم فرائض میں سے ہے۔ اور اس فریضہ کو نبھانے کیلئے کوئی دوسری شرط نہیں، بلکہ جسکی جتنی طاقت ہو اس کے بقدر کافروں سے مقابلہ کرے ہمارے علماء حنابلہ اور سب نے اس کی تصریح کی ہے۔ پس ظالم دشمن سے دفاعی پوزیشن میں لڑنا اور اقدامی پوزیشن میں کافروں کو ان کے اپنے ملکوں میں تالاش کرنا اس میں فرق کرنا لازمی ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ (5 / 537)

اور ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا: کہ کیا ساحل سمندر میں ایک رات پہرہ دینا زیادہ افضل ہے یا اپنے گھر میں ہزار سال عبادت کرنا؟ یا مکہ مکرمہ، بیت المقدس اور مدینہ منورہ میں اللہ کی عبادت اور خلوت کی نیت سے رہنا افضل ہے یا "دمیاط"، اسکندریہ اور طرابلس میں اسلامی سرحدات کے پہرہ دینے کی نیت سے رکنا افضل ہے؟

تو آپ نے جواب دیا: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہے۔ اسلامی سرحدات مثلاً شامی سرحدات یا مصری سرحدات میں رہنا مذکورہ تین مسجدوں کی مجاورت سے زیادہ افضل ہے، اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی بھی اہل علم کا اختلاف نہیں، اور کئی ائمہ نے اس بات کی باقاعدہ تصریح بھی کی ہے۔ کیونکہ پہرہ دینا جہاد کی جنس میں سے ہے اور (مذکورہ تین مسجدوں میں عبادت کرنے) کی انتہاء صرف یہی ہے کہ وہ حج کی جنس میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

( **أَجْعَلْتُمْ سَقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ** )  
عند اللہ)

ترجمہ: کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے والے اور مسجد حرام کو تعمیر کرنے والوں برابر کرتے ہوں ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ جزاء پر ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے راہ میں جہاد کیا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ برابر نہیں ہو سکتے۔

- وفي الصحيحين أنه سئل عن النبي صلى الله عليه وسلم: أي الأعمال أفضل؟ قال: إيمان بالله ورسوله. قيل: ثم ماذا؟ ثم جهاد في سبيله. قيل: ثم ماذا؟ قال: ثم حج مبرور.

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضور اکرم ﷺ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا: کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا گیا: کہ پھر کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا سب سے افضل ہے۔ پھر پوچھا گیا: کہ پھر کونسا عمل؟ فرمایا: حج مبرور۔

وقد روي: غزوة في سبيل الله أفضل من سبعين حجة -

ترجمہ: اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جل جلالہ کی راہ میں جہاد کرنا ستر حجوں سے زیادہ افضل ہے۔

وقد روى مسلم في صحيحه عن سلمان الفارسي ، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رباط يوم وليلة في سبيل الله خير من صيام شهر وقيامه ومن مات مرابطا مات مجاهدا وأجرى عليه رزقه من الجنة وأمن الفتان -

ترجمہ: امام مسلم نے صحیح مسلم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات (اسلامی سرحدات) پر پہرہ دینا ایک مہینہ روضے رکھنے اور نماز (یعنی نوافل تہجد وغیرہ) پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور جو اسلامی سرحدات کا پہرہ دینے کی حالت میں فوراً ہو جائے، تو وہ مجاہد کی موت مراد اور جنت سے اس کیلئے راق جاری کیا جائیگا۔ اور اسے (قبر) کے فتنہ آزمائش سے محفوظ کیا جائے گا۔

وفي السنن عن عثمان عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: رباط يوم في سبيل الله خير من ألف يوم فيما سواه من المنازل - وهذا قاله عثمان على منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر أنه قال لهم ذلك تبليغا للسنة -

ترجمہ: اور سنن میں عثمان (رضی اللہ عنہ) نے حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ (جہاد) میں کفر کی سرحدوں ہر ایک دن بھ پاسانی کی خدمت میں گزارنا گھروں کی عبادتوں میں ہزار دن تک مشغول رہنے سے بہتر ہے۔ اور یہ بات حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے منبر رسول پر پر بیان کی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ بات انہوں نے لوگوں کے سامنے اس لئے سنت کو پہنچانے کی غرض سے بتائی۔

وقال أبو هريرة: لأن أرباط ليلة في سبيل الله أحب إلي من أن أقوم ليلة القدر عند الحجر الأسود .  
ترجمہ: اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں ایک رات اللہ کی راہ میں پہرہ دوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں حجر  
اسود کے پاس شب قدر کو پوری رات نماز پڑھوں۔

اور اسلامی سرحدات پہ پہرہ دینا اور حفاظت کرنے کے فضائل اتنے سارے ہیں کہ اسکا احاطہ چند اوراق میں ممکن نہیں۔ **واللہ اعلم**  
( (مجموع الفتاوی ( ج 28 / 5-6 ) )

ابن تیمیہؒ نے فرمایا: جان لو! ( اللہ تمہارا بھلا کرے ) کئی طرق سے حضور اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:  
( لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم إلى قيام الساعة ) وثبت أنهم  
بالشام

ترجمہ: ہمیشہ میری امت میں سے قیامت تک ایک ایسی جماعت قائم رہے گی جو حق پر ڈٹی رہے گی، ان کو کوئی نقصان نہیں ہو گا ان  
لوگوں کی جانب سے جو ان کو بے یار و مددگار چھوڑے گا، اور نہ ان کی جانب سے جو ان کی مخالفت کریگا۔ اور یہ بات بھی ثابت ہے  
کہ وہ جماعت شام میں ہوگی۔

اور اس فتنہ ( یعنی بعض لوگ اس جماعت مجاہدہ کی مخالفت کریں گے اور بعض ان کو بے یار و مددگار چھوڑیں گے ) کے دوران لوگ تین  
فرقوں میں بٹ جائیں گے:

- 1- **طائفہ منصورہ:** اس سے مراد وہ مجاہدین ہیں جو اس منفسد قوم سے لڑیں گے۔
- 2- **مخالف گروہ:** یہ وہ (گروہ ہے جو ان مجاہدین سے لڑیں) اور جو ان کی طرف مائل ہوں بعض ان فسادی لوگوں میں سے جو اپنے  
آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔
- 3- **مدد نہ کرنے والا گروہ:** اس سے وہ لوگ مراد ہے جو جہاد نہ کریں، اگرچہ وہ صحیح مسلمان ہوں۔ پس ہر شخص کو اپنے گریبان  
میں جھانکنا چاہئے کہ آیا وہ طائفہ منصورہ میں سے ہے یا انکے مخالف گروہ میں سے ہے اور یا ان کی مدد نہ کرنے والی گروہ میں سے  
ہے؟ پس چوتھی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اور یہ جان لینا چاہئے کہ جہاد کرنے میں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی ہے اور جہاد ترک کرنے میں دنیا و آخرت دونوں کا خسارہ ہے۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

### (قل هل تربصون بنا إلا إحدى الحسنيين)

فرمادیجئے نہیں تم انتظار کرتے ہمارے بارے میں مگر دو بھلائیوں میں سے کسی ایک کے۔  
یعنی یا نصرت و مدد یا شہادت اور جنت کا اور جو مجاہدین میں سے بچ جائے وہ عزت کی زندگی میں ہو گا دنیا میں بدلہ پا کر اور آخرت کا بدلہ  
و ثواب اور اچھا ہو گا۔ اور جو ان میں سے اپنی موت مرے یا شہید ہو جائے تو جنت میں جائیگا۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم: يعطى الشهيد ست خصال يغفر له بأول قطرة من دمه ويرى مقعده من الجنة  
ويكسى حلة من الإيمان ويزوج ننتين وسبعين من الحور العين ويوقى فتنة القبر ويؤمن من الفزع الأكبر۔ رواه  
أهل السنن۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ کے ہاں شہید کیلئے چھ خصالتیں (چھ امتیازی) انعامات ہیں: اس کے خون کا پہلا قطرہ ٹپکتے ہی  
ان کی بخشش کر دی جاتی ہے، اور جنت میں اس کو اپنا ٹھکانہ دکھادیا جاتا ہے، اور ایمان کا ایک جوڑا اس کو پہنایا جاتا ہے، اور اس کی  
زوجیت میں بڑی آنکھوں والی بہتر حوریں دے جائے گی، اور قبر کے عذاب سے ان کو محفوظ کیا جائے گا، اور قیامت کے دن کی  
ہولناک منظر سے اس کو امن میں رکھا جائے گا۔ (اہل سنن نے اس کو روایت کیا ہے)

وقال صلى الله عليه وسلم: إن في الجنة لمائة درجة ما بين الدرجة إلى الدرجة كما بين السماء والأرض  
أعدّها الله سبحانه وتعالى للمجاهدين في سبيله ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: کہ جنت میں سو درجات ہیں ہر ایک درجہ کے مابین زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے ان (سو) درجات کو  
اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کیلئے تیار فرمایا ہے۔  
پس یہ پچاس ہزار بلند مرتبہ جنتیوں میں سے مجاہدین کیلئے ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا نماز اور  
عبادت کرنے والا جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے (یعنی عبادات میں منہمک رہنے) سے کبھی نہیں تھکتا، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ  
ایک آدمی نے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتادیجئے جو جہاد کے برابر ہو، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے  
، تو اس نے پھر کہا کہ آپ بتادیجئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آپ اس کی طاقت رکھ سکتے ہو کہ جب مجاہد گھر سے نکلے تو آپ پے

درپے روزے رکھو بغیر افطار کئے اور نماز پڑھنا شروع کرو بغیر کسی وقفہ کے؟ تو اس شخص نے کہا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عمل جہاد کے برابر ہے (یہ احادیث صحیحین میں ہیں)۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ طلب علم شرعی تو فرض کفایہ ہے ہاں مگر جو فرض ہو جائے مثلاً: اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کا ہر ایک کیلئے جاننا، کیونکہ اس درجہ کا علم تو فرض کفایہ ہے جیسا کہ صحیحین میں حضور اکرم ﷺ کی روایت منقول ہے «**مَنْ يُرِدِ اللّٰهَ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ**» اللہ تعالیٰ جس کیساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ دے دیتے ہیں۔ اور جس سے بھی اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو ضروری ہے اللہ سے دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں۔ پس جو دین میں سمجھ رکھنے والوں میں سے نہیں تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کیساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں فرمایا ہے۔ اور دین وہ سب کچھ ہے جس کیساتھ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے، بندے پر اس کی تصدیق اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، اور ہر ایک شخص پہ یہ لازم ہے کہ جن کا حضور ﷺ نے خبر دی ہے اس کی تصدیق کریں، اور جو حکم انہوں نے دی ہے اس پر عمل کریں تصدیق عام اور اطاعت عامہ کیساتھ۔ پس جب حضور ﷺ سے وہ حکم ثابت ہو جائے جو اس بندے پر فرض ہے تو پھر تفصیلاً اس کی تصدیق کریں، اور جب کسی جہت سے وہ کسی امر معین کا مامور ہوں تو پھر تفصیل کیساتھ اس کی اطاعت ضروری ہے۔

(مجموع الفتاویٰ ج 28 / 80)۔

اور چوتھی صورت میں حصول علم کو جہاد پر مقدم کیا جائے گا کیونکہ فرض شرعی علم کو طلب کرنا اور اس میں مصروف ہونا عبادتِ نافلہ مثلاً نفلی نماز، نفلی روزے اور اس کے علاوہ نفلی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم ہے۔ اور جہاد کو کسی اور فرض عمل کی وجہ سے ترک کرنا ترک کرنے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے بلکہ یہ صرف لفظی اعتبار سے ترک ہے نہ کہ حقیقی اعتبار سے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: **وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ**۔

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ ان میں سے بعض حصول علم کیلئے نکلے یہاں تک کہ وہ لوٹنے کے بعد مقامی لوگوں کو دین سکھائے اور اللہ تعالیٰ نے علم کیلئے نکلنے کو جہاد کیلئے نکلنے سے تعبیر کیا (بایں معنی کہ جہاد کیلئے نکلنے کو نفیر کہا جاتا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے طلب علم کیلئے نکلنے کو نفیر سے تعبیر فرمایا حالانکہ نفیر کا لفظ جہاد کیلئے استعمال ہوتا ہے) پس یہ بات دلالت کرتی ہے کہ طلب علم کیلئے سفر کرنا جہاد ہے جس طرح کہ کفار سے لڑائی کے واسطے سفر کرنے کو جہاد کہا گیا ہے۔ پس اس حالت میں طالب العلم مجاہد کی طرح ہے۔

قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم: **من جاء مسجدي هذا لم يأتِه إلا لخير يتعلمه أو يعلمه فهو بمنزلة المجاهد في سبيل الله -**

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: جو میری اس مسجد (مسجد نبوی) کو آئے اور وہ صرف اور صرف بھلائی کے سیکھنے اور سکھانے کی غرض سے آیا ہو تو اسی مثال اس مجاہد جیسی ہے جو اللہ کے راہ میں جہاد کرے۔

اور یہ بات مسلم ہے کہ جہاد باللسان کے ذریعہ سے ان (کافروں) پر حجت تام کرنی ہے، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا وغیرہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا:

**فَلَا تُطْعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا.**

ترجمہ: اے نبی! کفار کی اطاعت نہ کرو اور ان سے بڑا جہاد کرو۔ (سورہ فرقان آیت نمبر 52)

اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اہل علم کے درجات کو بلند فرمائینگے، اور علم والے اوجاہلوں کے درمیان برابری کو اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا ہے۔ اور قواعد کلیہ میں سے ہے: **ما لو تعارض واجبان ، قدم آكدھما** کہ جب دو فرضوں میں باہمی ٹکراؤ آجائے تو ان میں سے اس فرض کو مقدم کیا جائے گا جس کے بارے میں زیادہ تاکید ہوئی ہو، پس فرض عین کو فرض کفایہ پر مقدم کیا جائے گا۔ پس بیت اللہ کا طواف کرنے والا نماز جنازہ کی وجہ سے طواف کو نہیں توڑے گا۔ (دیکھو طواف اس شخص پر فرض عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، دونوں کا ٹکراؤ ہوا، پس فرض عین کو فرض کفایہ پر مقدم کیا جائے گا) اور جو شخص طلب علم کا عزم مصمم کر لے تو اس کیلئے علم پر قادر ہونا شرط ہے، اور قادر ہونے میں یہ چیزیں شامل ہیں:

1- عقلی استعداد و صلاحیت رکھنا۔

2- طلب علم کیلئے سبقت کرنا۔

3- علم تک رسائی کے تمام راستوں کا جاننا۔

4- علم کے علاوہ مصروفیات سے اپنے آپ کو فارغ کرنا۔

ابن تیمیہ نے فرمایا: اور اسی طرح وہ علماء کرام جو امت میں سے قرآن و سنت کا نگہداشت اور محافظت کرتے ہوں، چاہے صورت کے اعتبار سے ہو یا معنوی اعتبار سے قرآن و سنت کے محافظ ہوں، اگرچہ عمومی طور پر تمام امت مسلمہ پر قرآن و حدیث کی حفاظت فرض کفایہ کے زمرے میں ہے۔ اور دین کا بعض حصہ تو امت کے عام افراد پر بھی فرض عین ہے، اس سے مراد دین کا وہ مقدر مراد ہے جو ہر مسلمان پر علیحدہ علیحدہ طور پر فرض ہے۔ لیکن فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کے اعتبار سے ان کی محافظت ان علماء

فرضیہ جہاد و علم قرآن و سنت کی روشنی میں

پر لازم ہے جو اس میدان میں امیر اور بڑے ہیں۔ یا امت کے دیگر افراد کے بہ نسبت دین کا اکثر حصہ ان کو عطا کیا گیا ہو کیونکہ شرعی لحاظ سے سب کے سب مسلمانوں پر یہ مقدار فرض کفایہ ہے اور ان علماء پر فرض عین ہے کیونکہ علماء کرام علم پر عام لوگوں کے اعتبار سے زیادہ دسترس رکھتے ہیں عام لوگ تو اس میدان میں عاجز ہیں (بایں معنی کہ وہ تمام علم کا احاطہ نہیں کئے ہوئے ہیں)۔ اور قادر ہونے میں یہ چیزیں شامل ہیں: 1- عقلی استعداد و صلاحیت رکھنا۔ 2- طلب علم کیلئے سبقت کرنا۔ 3- علم تک رسائی کے تمام راستوں کا جاننا مثلاً سابقہ کتابوں، منتقد میں علماء کرام اور تمام کے تمام مختلف دلائل تک رسائی حاصل کرنا۔ 4- عمل کے علاوہ مصروفیات سے اپنے آپ کو فارغ کرنا۔

(مجموع الفتاویٰ ج 28 / 186)

پس اگر علم کا فرض عین حصہ فرض عین جہاد کے ساتھ باہم متعارض ہو تو سابقہ دلائل کے پیش نظر جہاد کو علم پر مقدم رکھا جائے گا، اور جہاد کے ترک میں یہ خرابی ہے کہ کفار مسلمانوں کی عزت، جان اور دین پر مسلط ہونگے۔ اور موجودہ زمانے میں تو جہاد کی فرضیت اور موکد ہو جاتی ہے کہ کفار مختلف مسلم ممالک میں حملہ آور ہو چکے ہیں، اور حصول علم اور مسائل کا پوچھنا تو مختلف طریقوں سے آسان ہو گیا ہے جیسا کہ انٹرنیٹ، موبائل فون اور مواصلات کے دیگر طریقوں سے مسائل پوچھے جائے، الا یہ کہ کبھی کبھار شاذ و نادر رابطہ نہ ہو سکے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب ایک فرض حکم میں باہمی دلائل کا ٹکراؤ ہو تو پھر اس ٹکراؤ کو ان قواعد شرعیہ سے دور کیا جائے گا جو دو فرضوں میں باہمی ٹکراؤ کا حل نکالنے والے ہیں اور ان دونوں فرضوں میں اس فرض کو مقدم رکھا جائے گا جس میں مسلمانوں کیلئے زیادہ بھلائی ہو۔ اس لئے کہ شریعت کی بنا اس امر پر ہے کہ مصلحت کو اپنایا جائے اور نقصان و فساد سے بچا جائے، کیونکہ مصلحت کی کئی مراتب ہیں: بعض ان میں سے لوازم (فرض) کے قبیل سے ہیں بعض ضرورتوں کے قبیل سے ہیں اور بعض تحسینات (مستحبات) کے قبیل سے ہیں۔ پس لوازم امور کو ضروریات پر مقدم کیا جائے گا اور ضروریات کو تحسینات (مستحبات) پر مقدم رکھا جائے گا اور اسی ترتیب کا دیگر احکام میں لحاظ ہوگا، کیونکہ شریعت کے ہر حکم کا الگ الگ مقام ہے، اس وجہ سے پختہ سمجھ کی ضرورت ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ فوائد فائد اور بھلائی بھلائی میں بھی فرق ہے اور اسی طرح نقصان نقصان اور شر شر میں بھی فرق ہے۔ پس عاقل وہ نہیں کہ جو خیر اور شر کو جانتا ہو بلکہ عاقل وہ ہے دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی اور دو شرروں میں سے بدتر شر کو جانے۔

جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: عاقل وہ نہیں کہ جو خیر اور شر کو جانتا ہو بلکہ عاقل وہ ہے دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی اور دو شرروں میں سے بدتر شر کو جانے۔

اور ایک شاعر کہتا ہے:

إِنَّ اللَّيْبَ إِذَا بَدَا مِنْ جِسْمِهِ . مَرَضَانَ مُخْتَلِفَانِ دَاوَى الْأَخْطَرَا .

ترجمہ: جب کسی مریض کے جسم پر دو مختلف بیماریاں ظاہر ہو جائے تو وہ ان میں سے سب سے خطرناک بیماری کا علاج کرتا ہے۔

(مجموع الفتاوی: ج 20 / 54)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: تعارض یا تو دو ایسے اچھے کاموں میں ہو گا جن کو اکٹھا نہیں کیا جاسکتا، تو ان میں سے سب سے اچھے کام کو لیا جائے گا مروج اچھائی کے فوت ہونے کیساتھ۔ اور یا تو تعارض ایسے دو برائیوں میں ہو گا کہ جن میں سے ایک کا نہ ہونا ممکن نہ ہو (کوئی نہ کوئی برائی اپنانی ہوگی) تو ان میں سے بڑے برائی کو دفع کیا جائے گا اور ادنیٰ برائی کو اپنایا جائے گا۔ اور یا تو ٹکراؤ ایک برائی اور ایک اچھائی میں ہو گا اس طور پر کہ ان میں سے کسی کو الگ کرنا ممکن نہ ہو بلکہ اچھائی کرنے کیلئے برائی کا کرنا لازم ہو گا، اور برائی ترک کرنے سے اچھائی کا ترک کرنا لازم آتا ہو، تو تب دیکھا جائے گا کہ اچھائی کا فائدہ زیادہ ہے؟ یا برائی کا نقصان۔ (اس بات کو ملحوظ نظر رکھ کر فیصلہ کا جائے گا)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: جب دو فرض حکم ایسے باہمی متعارض ہو کہ ان کا جمع کرنا ممکن نہ ہو تب ان میں اس حکم کو پناہ دیا جائے گا جو زیادہ مؤکد ہو، اور اس مؤکد حکم کو دوسرے حکم کے اپنانے کی وجہ سے یہ شخص دوسرے حکم کے ترک کرنے پر مانع نہیں ہوگا۔

(مجموع الفتاوی: ج 20 / 57)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا: اور اسی طرح زہد اور تقویٰ کے میدان میں بھی مذکورہ طریقہ کے مطابق اس حکم کے اپنانے میں احتیاط کیا جائے کہ جس کے وجوب میں شک ہو اور مکمل زہد و تقویٰ تو یہ ہے کہ انسان دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی اور دو شرروں میں سے بدتر شر پھانے، اور یہ جانے کہ شریعت کا اصل منشا مصالح کی تکمیل اور مفاسد کا خاتمہ اور کم کرنا ہے، ورنہ اگر کوئی کسی فعل کے کرنے میں دینی مصلحت کو دیکھے بغیر اور کسے کام کے ترک کرنے میں کسی نقصان کو دیکھے بغیر قدم اٹھائے گا تو وہ کئی فرائض کو ترک کرنے لگ جائے گا اور کئی حرام چیزوں کا ارتکاب کر ڈالے گا اور اپنے اس اقدام کو وہ زہد و تقویٰ سے تعبیر کریگا، جیسا ظالم ڈیکٹیٹر ٹر حکمرانوں کے ہاں میں ہاں ملا کر کوئی جہاد کو ترک کرے اور بزعم خویش وہ اپنے اس عمل کو زہد و تقویٰ (اور اطاعتِ امیر) سے تعبیر کرے۔

(مجموع الفتاوی: ج 10 / 512))

وہ شخص جو جہاد سے پہلے علم کے سیکھنے کو فرض کہتا ہے اگر اس سے اس شخص کا مراد فرضِ عین علم مراد لیا ہے تو اس کا سیکھنا ثابت ہے اور اس کا حاصل کرنا ہر فرد پر فرض ہے اور وہ ہر فرد سے مطلوب بھی ہے تو اس کیلئے کثیر علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ

ہر فرد پر شہادتین کا اقرار اور اس پر تکلم کرنا اور اسلام کے ظاہرے احکام پر عمل پیرا ہونا ہے ضروری ہے اور یہ اس کیلئے کافی وشافی بھی ہے اور اس مقدار کا علم حضور ﷺ نے عرب کے سخت دل لوگوں سے قبول کیا جب وہ اسلام لائے۔ اور اگر اس شخص کا مراد تحصیل علم سے علوم شرعیہ میں ترقی اور مزید گہرائی حاصل کرنا مراد ہے (کہ اس مقدار علم فرض ہے) تو اس نے کتاب اللہ اور سنت رسول میں اپنی طرف سے ایک ایسی شرط لگائی کہ جو نہ قرآن میں ہے اور نہ سنت رسول میں۔ ایک روایت میں ہے:

عن عروة بن الزبير قال : قالت عائشة - رضي الله عنها - : دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت له فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشتري وأعتقي فإنما الولاء لمن أعتق ثم قام النبي صلى الله عليه وسلم من العشي فأثنى على الله بما هو أهله ثم قال ما بال أناس يشترطون شروطا ليس في كتاب الله من اشترط شروطا ليس في كتاب الله فهو باطل وإن اشترط مائة شرط شرط الله أحق وأوث

ترجمہ: عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: کہ میرے پاس حضور اکرم ﷺ سے تشریف لائے پس میں نے حضور ﷺ سے (اس بیع کا تذکرہ کیا جو اس کے اور بریرہ - رضی اللہ عنہا - کے مابین ہوئی تھی) تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اسے خریدو اور آزاد کردو اس لئے کہ حق و لاء اس کیلئے ہے جس نے اس (غلام) کو آزاد کیا ہے پھر حضور ﷺ سے پہرے کے وقت کھڑے ہوئے (یعنی خطبہ ارشاد فرمایا) پس اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اس کے شان کے مطابق، پھر فرمایا: لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ ایسے شرائط رکھتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں، جو بھی ایسی شرط لگائیں جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو وہ شرط باطل ہے اگرچہ وہ سو شرطیں ہی کیوں نہ لگائے، اور اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ برحق اور مضبوط ہے۔ (بخاری شریف: حدیث نمبر 247)

سن آٹھویں ہجری کو فتح مکہ کے بعد ایک مہینہ گزرنے سے پہلے پہلے حضور ﷺ بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر حنین کی طرف نکل پڑے، دس ہزار تو وہ تھے جو فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تھے، اور دو ہزار وہ تھے جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے، ان (نو مسلموں) نے کب اور کس وقت علم حاصل کیا تھا؟؟؟ حالانکہ ان کے اسلام لانے کا بھی ایک مہینہ بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ لوگ جنگ حنین کی طرف چل دیئے، اور کیا ان (نو مسلموں) سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ جہاد کیلئے نہ جائیں کیونکہ آپ لوگ نو مسلم ہو اور آپ لوگوں نے اب تک علم حاصل نہیں کیا ہے؟ بلکہ حضور ﷺ نے ان کو جہاد کی اجازت دی اور ساتھ ساتھ وہ لوگ علم سیکھتے تھے اور ان پر واجب اور لازم احکام کی نشاندہی کرتے تھے جیسا کہ ابو واقد لیشی نے ذکر کیا ہے:

کما ذکر أبو واقد الليثي: قال:

(خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى حنين ونحن حدثاء عهد بكفر، وللمشركين سُدرة يعكفون عندها وينوطون بها أسلحتهم، يقال لها ذات أنواط، فمررنا بسُدرة، فقلنا يا رسول الله اجعل لنا ذات أنواط، كما لهم ذات أنواط. قال صلى الله عليه وسلم الله أكبر إنها السنن، قلتم والذي نفسي بيده كما قالت بنو إسرائيل لموسى (اجعل لنا إلهًا كما لهم إلهة قال إنكم قوم تجهلون) - لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

ترجمہ: ہم حضور ﷺ کیساتھ جنگ حنین کی طرف نکلے حالانکہ ہم نو مسلم تھے اور مشرکین کا بیر کا درخت تھا جس کے ارد گرد وہ جمع ہوتے تھے (بتوں کی عبادت کیلئے) اور اس پر اپنے اسلحہ وغیرہ کو لٹکاتے تھے، اس درخت کا نام ذات انواط تھا، پس ہم اس بیر کے درخت کے پاس ست گزرے، تو ایم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے اسی طرح کا ایک درخت بنا دے جس طرح ان مشرکین کیلئے ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ طریقیں ہیں۔ اللہ کی قسم تم نے ایسی بات کی کہ جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی: (اجعل لنا إلهًا كما لهم إلهة قال إنكم قوم تجهلون)

ترجمہ: ہمارے لئے اس طرح معبود بنا دو جس طرح کہ ان (مشرکین) کے معبود ہیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ تم جاہل قوم ہو۔ اور تم ضرور بالضرور گزشتہ لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔ (یہ ترمذی کی روایت ہے) ماقبل میں جو کچھ گزرا اس سے بخوبی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حصول علم جہاد کے شرائط میں سے نہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی علم کے اس مقدر میں جو اس پر فرض عین ہے اس میں بھی کوتاہی سے کام لے تو یہ بات اس کے جہاد کرنے کیلئے مانع نہیں۔ پس جہاد کے شرائط وہ ہیں جن کو ابن قدامہ نے بیان کیا ہے:

[ويشترط لوجوب الجهاد سبعة شروط: الإسلام والبلوغ والعقل والحرية والذكورية والسلامة من الضرر ووجود النفقة] (المغني والشرح الكبير ج 10 ص 366)

ترجمہ: جہاد کے فرض ہونے کیلئے ساتھ شرائط ہیں:

1- اسلام (مسلمان ہونا) - 2- بالغ ہونا - 3- عاقل ہونا - 3- آزاد ہونا - 4- مرد ہونا - 5- معذور نہ ہونا - 7- خرچ کا ہونا، میں کہتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ والدین کی اجازت اور مقروض شخص کیلئے قرض خواہ کی طرف سے اجازت کا ہونا یہ بھی ضروری ہے اور اس کو بھی ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے۔

- ج 10 ص 381 . 384

جہاد کیلئے یہ نو شرطیں تب ہیں جب جہاد فرض کفایہ ہو، اور جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر ان شرائط میں سے صرف اور صرف پانچ شرائط باقی رہتی ہیں:

1- اسلام-2- بلوغ-3- عقل-4- مرد ہونا-5- معذور نہ ہونا۔

اس پانچویں شرط کو بعض علماء نے ساقط کیا ہے۔ اور جب دشمن ملک پر حملہ آور ہو جائے تو راستے کا خرچے کا ہونا پھر ضروری نہیں اور ایک قول کے مطابق اگر ایک محل کی مسافت سے کم مسافت ہو تو پھر بھی راستہ کا خرچہ جہاد کیلئے شرط نہیں۔ جیسا کہ ہر حق کے متلاشی غیر متکبر معاند شخص کے سامنے یہ بات عیاں ہے کہ جہاد کے مذکورہ شرائط میں سے علم شرعی کے حصول کا کوئی شرط موجود نہیں۔ اور یہ صرف ابن قدامہ کا قول نہیں ہے بلکہ میں نے جتنی فقہی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ان میں سے کسی کتاب میں بھی علم شرعی کے حصول کی شرط نہیں۔

### لہذا!

تمام کے تمام مسلمانوں میں سے وہ لوگ جن کو کوئی عذر نہیں ان پر اب جہاد فرض عین ہے، اور فرض حکم کی ادائیگی اگر کسی کام کے بغیر ممکن نہیں تو وہ کام بھی فرض ہے، پس جہاد فرض ہے اور جہاد بغیر جماعت کے نہیں ہوتا لہذا جماعت بھی فرض ہے، اور وہ جماعت جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکل چکی ہے ان پر علم کا وہ حصہ واجب ہے (جن کو ہم نے ابتداء کتاب میں) علم عینی (کے نام سے موسوم کیا ہے جس کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے چاہے وہ عام مسلمان ہو یا مجاہد ہو، اور وہ ہے ارکان اسلام کا علم اور جو ضروریات دین میں سے ہے جیسا کہ حرام کردہ چیزیں، اور ان کا سیکھنا یہ تو جہاد کے دوران بھی ممکن ہے اور یہ جہاد کیلئے رکاوٹ بھی نہیں جیسا کہ حدیث ذات انواط میں گزر گیا، اور علم عینی خاص جیسا کہ اس جھنڈے (نظرے) کا جاننا جس کے تحت کوئی مسلمان لڑتا ہے اور کن کن سے جہاد مشروع ہے، تو ان چیزوں کا سیکھنا ہر مجاہد پر جہاد کرنے سے پہلے جاننا فرض ہے تاکہ ان کے ہاتھ کسی بے گناہ کے خون سے آلودہ نہ ہو اور وہ گناہ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی کے حصول کے بجائے۔ اللہ نہ کرے اور اللہ ہمیں اور آپ کو اپنی ناراضگی سے بچائے۔ اللہ کی ناراضگی میں پڑے اور یہ ایک اہم نکتہ ہے جس کا سمجھنا ہر مجاہد کیلئے اہم ہے۔

اور کسی کے ماتحت میں لڑنا اور جماعت کو لازم پکڑنے اور اس کے مدعا کے جاننے پر دلیل وہ بات ہے جو ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) کے مابین مرتدین کے خلاف جہاد کے بابت ہوئی تھی۔

عن أبي هريرة - رضي الله عنه قال : " لما تُوفِيَ النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ واستخلف أبو بكرٍ، وكفر من كفر من العرب، قال عمرُ : يا أبا بكرٍ، كيف تقاتل الناس، وقد قال رسولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتَلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا : لا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، فمن قال : لا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، عصم مني ماله ونفسه إِلاَّ بحقه، وحسابه على الله، قال أبو بكرٍ : والله لأقاتلن من فرَّق بين الصلاة والزكاة، فإنَّ الزكاة حقُّ المال، والله لو منعوني عناقاً

كانوا يُؤدونها إلى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَاتِلِهِمْ عَلَىٰ مَنَعِهَا . قَالَ عُمَرُ : فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ  
أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ" - (رواه البخاري : رقم الحديث 6924)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) خلیفہ قرار پائے تو اہل عرب میں سے جو کافر ہو گئے (زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے ان سے جنگ کا فیصلہ کیا) حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے یہ (فیصلہ سن کر) حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا کہ: آپ لوگوں (یعنی اہل ایمان) سے کیونکر جنگ کریں گے جب کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں (یعنی اسلام لے آئیں) لہذا جس نے لا الہ الا اللہ کہ لیا یعنی اسلام قبول کر لیا اُس نے مجھ سے اپنی جان اور اپنا مال محفوظ کر لیا سوائے اسلام کے حق کے اور اس (کے باطن کا حساب اللہ تبارک و عالی کے ذمہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: خدا کی قسم: میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے کیونکہ (جس طرح جان کا حق نماز ہے اسی طرح) بلاشبہ مال کا حق زکوٰۃ ہے اللہ کی قسم: اگر وہ لوگ (جو منکر زکوٰۃ ہو رہے ہیں) مجھے بکری کا بچہ بھی نہ دیں گے جو وہ رسول کریم ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان کے اس انکار کی وجہ سے ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) (یہ سن کر کہنے لگے خدا کی قسم: اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہ میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنے کیلئے (الہام کے ذریعہ) حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا دل کھول دیا ہے (پر یقین کر دیا ہے) لہذا مجھے بھی یقین ہو گیا کہ اب یہی (یعنی مکین زکوٰۃ سے) جنگ ہی حق اور درست ہے۔ (بخاری شریف حدیث نمبر 6924)

و لقوله - صلى الله عليه وسلم - : " مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عَمِيَّةٍ يَدْعُو عَصِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصِيَّةً فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ" -  
(رواه مسلم عن جندب بن عبد الله.)

اور حضور ﷺ کے اس قول کی وجہ سے: جو ایک ایسی اندھے جھنڈے کے تحت قتل کیا جائے جو قومیت اور عصیت کی طرف بلائے یا کسی عصیت کی مدد کی خاطر (قتل کیا جائے) تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے (یعنی وہ شہید نہیں بلکہ مردار ہے)۔

اور جہادی گروہوں کے امراء پر یہ بات حتی الامکان لازم ہے کہ ان بھائیوں کو علم کیلئے فارغ کر دے اور ان کی کفالت کریں کہ جن میں طلب علم کے شرائط موجود ہوں، تاکہ وہ فرض کفائی علم بھی حاصل کریں تاکہ فتح ہونے یا (اللہ نہ کرے) شکست کی صورت

میں وہ مجاہدین کیلئے مددگار ثابت ہوں، اسلئے امارتِ عامہ میں امیر کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ علمِ شرعی کی کافی مقدار اس کیلئے مہیا ہو۔  
(الأحكام السلطانية لأبي يعلى : ص: 37)

عن عبد الله بن عمرو - رضي الله عنهما. - قال : قال النبي - صلى الله عليه وسلم - :  
" إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا  
اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَلًا فَاسْتُلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا" (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو (آخری زمانہ میں) اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں (کے دل و دماغ) سے اسے نکال دے۔ بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو (اس دنیا) سے اٹھالے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم بھی باقی نہیں رہیگا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے اس سے مسئلے پوچھے جائیں گے۔ اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ لہذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

وصل اللهم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

ترتیب: أبو أحمد المهاجر

مترجم: ابو فرحان الانصاري

جاری کردہ: جامعہ حفصہ اردو فورم